

سعدؓ نے کہا میری قوم سے کہنا کہ اگر تم میں زندگی کا دم ہوتے ہوئے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچ گئی تو خدا کے سامنے تمہارا کوئی عذر نہیں ہوگا
 آنحضرت ﷺ نے فرمایا صُہیب! تمہارا یہ سودا سب پہلے سودوں سے نفع مند رہا۔ یعنی پہلے اسباب
 کے مقابلہ میں تم روپیہ حاصل کیا کرتے تھے مگر اب روپیہ کے مقابلہ میں تم نے ایمان حاصل کر لیا
 حضرت عمرؓ حضرت صُہیبؓ سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کے بارے میں اعلیٰ گمان رکھتے تھے یہاں
 تک کہ جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو آپؓ نے وصیت کی کہ میری نماز جنازہ صُہیبؓ پڑھائیں گے اور تین
 روز تک مسلمانوں کی امامت کروائیں گے یہاں تک کہ اہل شوریٰ اس پر متفق ہو جائیں جس نے خلیفہ بنا ہے
 اللہ تعالیٰ سعدؓ پر رحم فرمائے۔ وہ زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسول کا خیر خواہ رہا

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت بدری صحابہ حضرت صُہیب بن سنان اور

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہما کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ

حق یہ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یا آپ کے بعد
 کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جس نے عورت کے حقوق کی ایسی حفاظت کی ہو جیسی آپ نے کی ہے

حقیقت یہ ہے کہ عورت کی آزادی اور حقوق دلوانے کی حقیقی تعلیم اسلام کی ہی ہے

دنیا کے موجودہ حالات کے پیش نظر حکومتوں کے انصاف کے ساتھ نظام چلانے اور

عوام کو جائز طریق پر اپنے مطالبات پیش کرنے کی نصیحت

حکومت پاکستان کو ملاں کے خوف سے احمدیوں پر ظلم اور سختیاں بڑھانے کی بجائے

انصاف کے دامن کو ہاتھ میں لیتے ہوئے حکومت چلانے کی تشبیہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 05/ جون 2020ء بمطابق 05/ احسان 1399 ہجری شمسی

بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یو کے

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿٣﴾ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٤﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٧﴾

آج میں پھر صحابہؓ کا، بدری صحابہؓ کا ذکر کروں گا۔ ان میں سے جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت
صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ حضرت صہیب کے والد کا نام سنان بن مالک اور والدہ کا نام سلمیٰ
بنت قعید تھا۔ حضرت صہیب کا وطن موصل تھا۔ حضرت صہیب کے والد یا چچا کسریٰ کی طرف سے اُبُلَّہ
کے عامل تھے۔ اُبُلَّہ دجلہ کے کنارے ایک شہر ہے جو بعد میں بصرہ کہلایا۔ رومیوں نے اس علاقے پر
حملہ کیا تو انہوں نے حضرت صہیب کو قیدی بنا لیا جبکہ وہ ابھی کم عمر تھے۔ ابو القاسم مغربی کے مطابق
حضرت صہیبؓ کا نام عمیرہ تھا، رومیوں نے صہیب نام رکھ دیا۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۶۹-۱۷۰ صہیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۷ء) (الاصابه فی تبيين الصحابه

جلد ۲ صفحہ ۳۳-۳۴ صہیب بن سنان، دارالفکر بیروت ۲۰۱۱ء) (معجم البلدان جلد ۱ صفحہ ۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت صہیب کا رنگ نہایت سرخ تھا۔ قد نہ لمبا تھا اور نہ ہی چھوٹا اور سر پر گھنے بال تھے۔

(اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۴۱ صہیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۶ء)

حضرت صہیبؓ نے رومیوں میں پرورش پائی۔ ان کی زبان میں لکنت تھی۔ کلب نے انہیں رومیوں
سے خرید لیا (یہ ایک اور شخص تھا) اور انہیں لے کر مکہ آ گیا۔ پھر عبد اللہ بن جدعان نے انہیں خرید کر
آزاد کر دیا۔ حضرت صہیب عبد اللہ بن جدعان کی وفات تک اس کے ساتھ مکے میں رہے یہاں تک کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو گئی۔ ایک روایت کے مطابق حضرت صہیب کی اولاد کہتی ہے کہ حضرت
صہیب جب عقل و شعور کی عمر کو پہنچے تو روم سے بھاگ کر مکے آ گئے اور عبد اللہ بن جدعان کے حلیف بن
گئے اور ان کی وفات تک ان کے ساتھ رہے۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۷۰ صہیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۷ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ ”ایک غلام صہیب تھے جو روم سے پکڑے ہوئے آئے تھے۔ یہ عبد اللہ بن جُدعان کے غلام تھے جنہوں نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔ یہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کے لیے انہوں نے کئی قسم کی تکالیف اٹھائیں۔“ (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 443)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اس ضمن میں بیان فرمائی کہ قرآن کریم میں جو ہے کہ کفار کہتے ہیں کہ یہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں یا غلاموں کی مدد سے بنا لیا ہے تو اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ یہ غلام تو مسلمان ہونے کی وجہ سے مصائب اور ظلموں کا نشانہ بنے تو کیا انہوں نے یعنی ان غلاموں نے ان تکلیفوں کو اپنے اوپر وارد کرنے کے لیے، سہیڑنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی اور پھر نہ صرف یہ کہ چھپ کے مدد کی یہ ظاہر بھی ہو اور پھر نہایت ثابت قدمی سے مصائب اور ظلم برداشت بھی کیے تو اس بات کو حضرت مصلح موعودؑ نے بیان فرمایا کہ یہ انتہائی بودا اعتراض ہے۔ یہ تو ان مومنین کا، ان لوگوں کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان تھا جس نے انہیں ثابت قدم رکھا اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام سیکھا اور اللہ تعالیٰ کی وحی پر ایمان لائے تو بہر حال اس ضمن میں یہ بیان تھا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 441 تا 443)

حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں کہ میں صہیبؓ سے دار ارقم کے دروازے پر ملا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ میں نے پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ صہیبؓ نے مجھ سے کہا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کا کلام سنوں۔ حضرت صہیبؓ نے کہا کہ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ حضرت عمارؓ کہتے ہیں کہ پھر ہم دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہمارے سامنے اسلام پیش کیا جس پر ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ ہم سارا دن وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ہم نے شام کی۔ پھر ہم وہاں سے چھپتے ہوئے نکلے۔ حضرت عمارؓ اور حضرت صہیبؓ نے تیس سے زائد افراد کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ صہیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۰ء)

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام لانے میں سبقت رکھنے

والے چار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں عرب میں سبقت رکھنے والا ہوں۔ صُہیبؓ روم میں سبقت رکھنے والا ہے۔ سلمان اہل فارس میں سبقت رکھنے والا ہے۔ اور بلالؓ حبش میں سبقت رکھنے والا ہے۔

(اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۳۹ صُہیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۶ء)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے جنہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فرمایا وہ سات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ پر شریعت اتری تھی اور ابو بکرؓ اور عمارؓ اور ان کی والدہ سمیہؓ اور صُہیبؓ اور بلالؓ اور مقدادؓ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے چچا ابوطالب کے ذریعہ محفوظ رکھا اور ابو بکر کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے ذریعہ سے محفوظ رکھا۔ اس بارے میں گذشتہ خطبے میں میں وضاحت کر چکا ہوں کہ یہ راوی کا خیال ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ان ظلموں کا نشانہ بننا پڑا تھا۔ گو شروع میں کچھ بچت ہوئی لیکن پھر بنا پڑا۔ بہر حال راوی کہتا ہے کہ باقیوں کو مشرکوں نے پکڑ لیا اور لوہے کی زنجیریں پہنائیں اور انہیں دھوپ میں جلاتے تھے۔ پس ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے ان کے ساتھ جس بات پر وہ چاہتے تھے موافقت نہ کر لی ہو سوائے بلالؓ کے کیونکہ ان پر اپنا نفس اللہ کی خاطر بے حیثیت ہو گیا تھا اور وہ اپنی قوم کے لیے بھی بے حیثیت تھے۔ وہ ان کو پکڑتے اور لڑکوں کے سپرد کر دیتے اور انہیں مکے کی گھاٹیوں میں گھماتے پھرتے اور بلالؓ اَحَد، اَحَد کہتے جاتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل سلمان و ابی ذر و مقداد، حدیث نمبر ۱۵۰)

بہر حال سختیاں تو ان سب نے برداشت کی تھیں جیسا کہ میں نے کہا اور ہر ایک نے اپنے ایمان پر ثابت قدمی کا اظہار کیا لیکن بہر حال حضرت بلالؓ کے بارے میں جو روایت ہے وہ یہی ہے کہ آپؐ کو بہت زیادہ ظلموں کا نشانہ بنایا گیا۔

پھر بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت صُہیبؓ ان مومنین میں سے تھے جنہیں کمزور سمجھا جاتا تھا اور جنہیں مکے میں اللہ کی راہ میں اذیت دی جاتی تھی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۰۱ صُہیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۶ء) تکلیفوں سے ان کو بھی بہت زیادہ گزرنا پڑا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمار بن یاسرؓ کو اتنی تکلیف دی جاتی کہ انہیں معلوم نہ ہوتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ یہی حالت حضرت صُہیبؓ، حضرت ابو فہرؓ، حضرت عامر بن فہیرؓ اور دیگر اصحاب کی تھی۔ ان اصحاب کے بارے میں یہ آیت نازل

هُوئِيْ كَمَا اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَعَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ (النحل: 111)

(الاصابه في تبيين الصحابه جلد ۳ صفحہ ۳۲ صہیب بن سنان، دار الفکر بیروت ۲۰۰۱ء)

پھر تیرا رب یقیناً ان لوگوں کو جنہوں نے ہجرت کی بعد اس کے کہ فتنہ میں مبتلا کیے گئے پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا تو یقیناً تیرا رب اس کے بعد بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔
ایک روایت کے مطابق مدینے کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے جو سب سے آخر پر آئے وہ حضرت علیؓ اور حضرت صہیب بن سنانؓ تھے۔ یہ نصف ربیع الاول کا واقعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبائلی قیام پذیر تھے ابھی مدینہ کے لیے روانہ نہیں ہوئے تھے۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۴۲ صہیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۰ء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صہیبؓ جب ہجرت مدینہ کے لیے نکلے تو مشرکین کے ایک گروہ نے آپؐ کا تعاقب کیا تو اپنی سواری سے اترے اور ترکش میں جو کچھ تھا وہ نکال لیا اور کہا اے قریش کے گروہ! تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ماہر تیراندازوں میں سے ہوں۔ اللہ کی قسم! تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ جتنے تیر میرے پاس ہیں وہ سب تمہیں مار نہ لوں۔ پھر میں اپنی تلوار سے تمہیں ماروں گا یہاں تک کہ میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہ رہے۔ لہذا تم لوگ جو چاہو کرو اگر میرا مال چاہتے ہو تو میں تمہیں اپنے مال کے بارے میں بتا دیتا ہوں کہ میرا مال کہاں ہے اور تم میرا راستہ چھوڑ دو۔ ان لوگوں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت صہیبؓ نے بتا دیا اور جب وہ، حضرت صہیبؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سودے نے ابو یحییٰ کو فائدہ پہنچایا۔ سودا نفع مند ہوا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۢ يَّشْرِي نَفْسَهُۥٓ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَعُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (البقرہ: 208)

(الطبقات الكبرى لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۴۱-۱۴۲ صہیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۰ء)

اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جو اپنی جان اللہ کی رضا کے حصول کے لیے بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں کے حق میں بہت ہی مہربانی کرنے والا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صہیبؓ مکہ سے ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ قبائلی تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ یعنی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی تھے۔ اس وقت ان سب کے سامنے تازہ کھجوریں تھیں جو حضرت کلثوم بن ہذلم لائے تھے۔ راستے میں حضرت صہیبؓ کو آشوبِ چشم ہو گیا تھا، آنکھوں کی تکلیف ہو گئی تھی اور انہیں سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ سفر کی وجہ سے تھکان بھی تھی۔ حضرت صہیبؓ کھجوریں کھانے کے لیے لپکے تو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! صہیبؓ کی طرف دیکھیں اسے آشوبِ چشم ہے اور وہ کھجوریں کھا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاقاً فرمایا کہ تم کھجور کھا رہے ہو جبکہ تمہیں آشوبِ چشم ہے۔ آنکھیں سوجی ہوئی ہیں، بہ رہی ہیں۔ حضرت صہیبؓ نے عرض کیا میں اپنی آنکھ کے اس حصہ سے کھا رہا ہوں جو ٹھیک ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے۔ پھر حضرت صہیبؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ہجرت میں مجھے ساتھ لے کر جائیں گے مگر آپ چلے آئے اور مجھے چھوڑ دیا۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مجھے ساتھ لے کر جانے کا وعدہ کیا تھا تاہم آپ بھی تشریف لے آئے اور مجھے چھوڑ آئے۔ قریش نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے مجبوس کر دیا اور میں نے اپنی جان اور اپنے گھر والوں کو اپنے مال کے عوض خریدا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سودا نفع مند ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ (البقرة: 208)

اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جو اپنی جان اللہ کی رضا کے حصول کے لیے بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں کے حق میں بہت مہربانی کرنے والا ہے۔ حضرت صہیبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ایک مَدّ، تقریباً آدھا کلو آٹا زادِ راہ کے طور پر لیا تھا۔ اسے میں نے ابواء مقام پر گوندھا تھا یہاں تک کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۷۲ صہیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۷ء)

اس سفر میں صرف اتنا کھایا۔ یہی خوراک تھی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ

”صہیبؓ ایک مالدار آدمی تھے۔ یہ تجارت کرتے تھے اور مکہ کے باحیثیت آدمیوں میں سمجھے جاتے تھے۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ مالدار بھی تھے اور آزاد بھی ہو چکے تھے۔“ اب تو غلام نہیں رہے تھے

”قریش ان کو مار مار کر بیہوش کر دیتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تو آپ کے بعد صُہیبؓ نے بھی چاہا کہ وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں مگر مکہ کے لوگوں نے ان کو روکا اور کہا کہ جو دولت تم نے مکہ میں کمائی ہے تم اسے مکہ سے باہر کس طرح لے جاسکتے ہو؟ ہم تمہیں مکہ سے جانے نہیں دیں گے۔ صُہیبؓ نے کہا اگر میں یہ سب کی سب دولت چھوڑ دوں تو کیا پھر تم مجھے جانے دو گے؟ وہ اس بات پر رضامند ہو گئے اور آپؐ اپنی ساری دولت مکہ والوں کے سپرد کر کے خالی ہاتھ مدینہ چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا صُہیبؓ! تمہارا یہ سودا سب پہلے سودوں سے نفع مند رہا۔ یعنی پہلے اسباب کے مقابلہ میں تم روپیہ حاصل کیا کرتے تھے مگر اب روپیہ کے مقابلہ میں تم نے ایمان حاصل کر لیا۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 194-195)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صُہیبؓ کے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد ان کے اور حضرت حارث بن صمہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ حضرت صُہیبؓ غزوہ بدر، اُحد، خندق اور باقی تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۳۹ صُہیب بن سنان مکتبہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۶ء)

حضرت عائذ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضرت سلمانؓ، حضرت صُہیبؓ اور حضرت بلالؓ لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ابوسفیان بن حربؓ کا گزر ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تلواریں ابھی اللہ کے دشمن کی گردن پر نہیں چلیں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیا تم قریش کے سرکردہ اور سردار کے بارے میں ایسا کہتے ہو؟ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکرؓ! شاید تم نے انہیں غصہ دلادیا ہے۔ اگر تم نے انہیں غصہ دلایا ہے تو تم نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو غصہ دلایا ہے۔ پس حضرت ابو بکرؓ ان لوگوں کے پاس واپس گئے اور کہا کہ اے ہمارے بھائیو! شاید تم ناراض ہو گئے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں اے ابو بکرؓ! اللہ آپؐ سے مغفرت فرمائے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۸۸۵ حدیث عائذ بن عمرو، عالم الکتب بیروت ۱۹۹۸ء)

حضرت صُہیبؓ بیان کرتے ہیں کہ جس معرکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے ہیں اس میں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی بیعت لی میں اس میں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے جو بھی سریہ روانہ فرمایا میں اس میں شامل تھا اور آپ جس غزوے کے لیے بھی روانہ ہوئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھا۔ میں آپ کے دائیں طرف ہوتا یا بائیں طرف۔ لوگ جب سامنے سے خطرہ محسوس کرتے تو میں لوگوں کے آگے ہوتا۔ جب لوگ پیچھے سے خطرہ محسوس کرتے تو میں ان کے پیچھے ہوتا۔ اور میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے اور اپنے درمیان نہیں ہونے دیا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔

(الاصابہ فی تبيين الصحابة جلد ۳ صفحہ ۳۵ صُہیب بن سنان، دارالفکر، بیروت ۲۰۰۱ء)

حضرت صُہیبؓ بڑھاپے میں لوگوں کو جمع کر کے نہایت لطف کے ساتھ اپنے جنگی کارناموں کے دلچسپ واقعات سنایا کرتے تھے۔

(ماخوذ از سير الصحابه جلد ۲ صفحہ ۲۶۸ صُہیب بن سنان مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت صُہیبؓ کی زبان میں عجمیت تھی یعنی عربوں والی فصاحت نہیں تھی۔ زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ چلا یہاں تک کہ وہ حضرت صُہیبؓ کے ایک باغ میں داخل ہوئے جو عالیہ مقام میں تھا۔ حضرت صُہیبؓ نے جب حضرت عمرؓ کو دیکھا تو کہا یَنَّا سَ یَنَّا سَ۔ حضرت عمرؓ کو لگا کہ اَلنَّاسُ کہہ رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا اسے کیا ہوا ہے؟ یہ لوگوں کو کیوں بلا رہا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ وہ اپنے غلام کو بلا رہے ہیں جس کا نام یَحْنَسُ ہے۔ زبان میں گرہ کی وجہ سے وہ اسے ایسا کہہ رہے ہیں۔ اس کے بعد پھر وہاں باتیں ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے صُہیبؓ! تین باتوں کے علاوہ میں تم میں کوئی عیب نہیں دیکھتا۔ اگر وہ تم میں نہ ہوتیں تو میں تم پر کسی کو فضیلت نہ دیتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے آپ کو عرب کی طرف منسوب کرتے ہو جبکہ تمہاری زبان عجمی ہے۔ اور تم اپنی کنیت ابو یحییٰ بتاتے ہو جو ایک نبی کا نام ہے۔ اور تم اپنا مال فضول خرچ کرتے ہو۔ حضرت صُہیبؓ نے جواب میں کہا جہاں تک میرے مال فضول خرچ کرنے کا تعلق ہے تو میں اسے وہیں خرچ کرتا ہوں جہاں خرچ کرنے کا حق ہوتا ہے۔ فضول نہیں کرتا۔ جہاں تک میری کنیت کا تعلق ہے تو وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو یحییٰ رکھی تھی اور میں اس کو ہرگز ترک نہیں کروں گا۔ اور جہاں تک میرے عرب کی طرف منسوب ہونے کا تعلق ہے تو رومیوں نے مجھے کم سنی میں قیدی بنا لیا تھا اس لیے میں نے ان کی زبان سیکھ لی۔ میں قبیلہ نَبَرِّ بْنِ قَاسِطٍ سے تعلق رکھتا ہوں۔

حضرت عمرؓ حضرت صُہیبؓ سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کے بارے میں اعلیٰ گمان رکھتے تھے یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو آپؐ نے وصیت کی کہ میری نماز جنازہ صُہیبؓ پڑھائیں گے اور تین روز تک مسلمانوں کی امامت کروائیں گے یہاں تک کہ اہل شوریٰ اُس پر متفق ہو جائیں جس نے خلیفہ بنا ہے۔

حضرت صُہیبؓ کی وفات ماہ شوال 38 ہجری میں ہوئی، بعض کے مطابق 39 ہجری میں وفات ہوئی۔ وفات کے وقت حضرت صُہیبؓ کی عمر تہتر برس تھی، بعض روایات کے مطابق ستر برس تھی۔ آپؐ مدینہ میں دفن ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۱ صُہیب بن سنان، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۶ء)

گلے صحابی جن کا ذکر ہے وہ حضرت سعد بن ربیعؓ ہیں۔ حضرت سعد بن ربیعؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو حارث سے تھا۔ آپؐ کے والد کا نام ربیع بن عمرو اور والدہ کا نام ہزینہ بنتِ عنبہ تھا۔ حضرت سعدؓ کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام عمرہ بنتِ حزم اور دوسری کا نام حبیہ بنتِ زید تھا۔ حضرت سعد بن ربیعؓ کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی ام سعد تھیں ایک جگہ انہیں ام سعید بھی لکھا گیا ہے ان کا اصل نام جمیلہ تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۹۵، جلد ۸ صفحہ ۳۰۳، امر عبارة، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۶ء)

(عبدۃ القاری جلد ۲۰ صفحہ ۲۱۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۰۰۳ء)

حضرت سعد بن ربیعؓ زمانہ جاہلیت میں بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے جبکہ بہت کم لوگ یہ جانتے تھے۔ حضرت سعد قبیلہ بنو حارث کے نقیب تھے۔ ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی اسی قبیلہ کے نقیب تھے۔ حضرت سعد بیعتِ عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔

(اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۶ء)

ہجرت مدینہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور سعد بن ربیعؓ کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ تو سعد بن ربیعؓ نے کہا میں انصار میں سے زیادہ مالدار ہوں۔ سو میں تقسیم کر کے نصف مال آپؐ کو دے

دیتا ہوں اور میری دو بیویوں میں سے جو آپؐ پسند کریں میں آپؐ کے لیے اس سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ جب اس کی عدت گزر جائے تو اس سے آپؐ نکاح کر لیں۔ یہ سن کر حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم صرف یہ بتاؤ یہاں کوئی بازار ہے جس میں تجارت ہوتی ہو؟ حضرت سعدؓ نے بتایا کہ قینقاع کا بازار ہے۔ حضرت عبدالرحمنؓ یہ معلوم کر کے صبح سویرے وہاں گئے اور پنییر اور گھی لے آئے۔ پھر اسی طرح ہر صبح وہاں بازار میں جاتے رہے۔ ابھی کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حضرت عبدالرحمنؓ آئے اور ان پر زعفران کا نشان تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا وجہ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پتا تھا کہ ان کی شادی ہو گئی ہے۔ زعفران کا نشان ڈالتے تھے تو مطلب تھا کہ شادی ہو گئی ہے۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس سے؟ انہوں نے کہا کہ انصار کی ایک عورت سے تو آپؐ نے فرمایا کتنا مہر دیا ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ ایک گٹھلی کے برابر سو نایا کہا سونے کی گٹھلی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہی سہی۔

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب ما جاء فی قول اللہ عزَّ وجلَّ فاذا قضیت الصلوة۔۔۔ حدیث نمبر ۲۰۴۸)

ان کی حیثیت کے مطابق ان کو ولیمہ کی دعوت کی طرف توجہ دلائی۔ حضرت سعد بن ربیعؓ غزوہ بدر و احد میں شامل ہوئے اور غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ غزوہ احد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سعد بن ربیعؓ کی خبر کون لائے گا؟ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں۔ چنانچہ وہ مقتولین میں جا کر تلاش کرنے لگے۔ حضرت سعدؓ نے اس شخص کو دیکھ کر کہا تمہارا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے تا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تمہاری خبر لے کے جاؤں تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دینا کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم آئے ہیں اور میرے سے لڑنے والے دوزخ میں پہنچ گئے ہیں یعنی جس نے بھی میرے سے لڑائی کی اس کو میں نے مار دیا ہے اور میری قوم کو یہ کہنا کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی عذر نہیں ہو گا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو جائیں اور تم لوگوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ رہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جو شخص ان کے پاس گیا تھا وہ حضرت اُبی بن کعبؓ تھے۔ حضرت سعدؓ نے حضرت اُبی بن کعبؓ سے کہا اپنی قوم سے کہنا کہ تم سے سعد بن ربیعؓ کہتا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور ایک اور روایت

بھی ہے کہ اور جو عہد تم لوگوں نے عقبہ کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا اس کو یاد کرو۔ اللہ کی قسم! اللہ کے حضور تمہارے لیے کوئی عذر نہ ہوگا اگر کفار تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ حرکت کر رہی ہو یعنی کوئی شخص بھی زندہ باقی رہے تو اللہ کے نزدیک یہ کوئی عذر نہیں ہوگا۔ حضرت اُبی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ابھی وہیں تھا یعنی حضرت سعدؓ کے پاس ہی تھے تو حضرت سعد بن ربیعؓ کی وفات ہو گئی۔ اس وقت وہ زخموں سے چور تھے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس حاضر ہوا اور آپؐ کو سب بتا دیا کہ یہ گفتگو ہوئی تھی۔ یہ ان کی حالت ہے اور اس طرح شہید ہو گئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ وہ زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسول کا خیر خواہ رہا۔ حضرت سعد بن ربیعؓ اور حضرت خارجہ بن زیدؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۹۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۰ء)

(الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۱۵۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۰ء) (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۴۳۲-۴۳۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۶ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ حضرت سعدؓ کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی میدان میں اتر آئے ہوئے تھے اور شہداء کی نعشوں کی دیکھ بھال شروع تھی۔ جو نظارہ اس وقت، یعنی جب جنگ ختم ہو گئی، مسلمانوں کے سامنے تھا وہ خون کے آنسو رلانے والا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی بھی تھے لیکن آپ پھر بھی میدان میں آگئے۔ شہداء کی نعشوں کی دیکھ بھال شروع ہوئی، کس طرح تدفین کرنی ہے۔ زخموں کو سنبھالنے کی طرف توجہ ہوئی تو بہر حال اس وقت جو نظارہ مسلمانوں کے سامنے تھا وہ ایسا خوفناک تھا کہ کہتے ہیں کہ خون کے آنسو رلانے والا تھا۔ ستر مسلمان خاک و خون میں لتھڑے ہوئے میدان میں پڑے تھے اور عرب کی وحشیانہ رسم مثلہ کا مہیب نظارہ پیش کر رہے تھے۔ یعنی نہ صرف یہ کہ شہید ہوئے تھے بلکہ مثلہ کیا گیا تھا۔ ان کے اعضاء کاٹے گئے تھے۔ ان کی شکلوں کو بگاڑا گیا تھا۔ آپؐ لکھتے ہیں کہ ان مقتولین میں صرف چھ مہاجر تھے اور باقی سب انصار سے تعلق رکھتے تھے۔ قریش کے مقتولوں کی تعداد تیس تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا اور رضاعی بھائی حمزہ بن عبدالمطلبؓ کی نعش کے پاس پہنچے تو بے خود سے ہو کر رہ گئے کیونکہ ظالم ہند جو زوجہ ابوسفیان تھی، نے ان کی نعش کو بری طرح بگاڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک تو آپؐ خاموشی سے کھڑے

رہے اور آپ کے چہرے سے غم و غصہ کے آثار نمایاں تھے۔ ایک لمحہ کے لیے آپ کی طبیعت اس طرف بھی مائل ہوئی کہ مکہ کے ان وحشی درندوں کے ساتھ جب تک انہی کا سا سلوک نہ کیا جائے گا وہ غالباً ہوش میں نہیں آئیں گے۔ ان کو سبق نہیں ملے گا مگر آپ اس خیال سے رک گئے اور صبر کیا بلکہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کی جو رسم تھی، شکلوں کو بگاڑنے والی رسم، اعضاء کاٹنے والی رسم اس کو اسلام میں ہمیشہ کے لیے ممنوع قرار دے دیا اور فرمایا دشمن خواہ کچھ کرے تم اس قسم کے وحشیانہ طریق سے بہر حال باز رہو اور نیکی اور احسان کا طریق اختیار کرو۔ آپ کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب اپنے بھائی حمزہ سے بہت محبت رکھتی تھیں۔ وہ بھی مسلمانوں کی ہزیمت کی خبر سن کر مدینہ سے نکل کے آئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے صاحبزادے زبیر بن العوام سے فرمایا کہ اپنی والدہ کو ماموں کی نعش نہ دکھانا مگر بہن کی محبت کب چین لینے دیتی تھی۔ بیٹے نے تو کہا کہ حضرت حمزہ کی نعش نہ دیکھیں کیونکہ مثلہ کیا ہوا ہے۔ چہرہ بگاڑا ہوا ہے۔ انھوں نے اصرار کے ساتھ کہا کہ مجھے حمزہ کی نعش دکھا دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ صبر کروں گی اور کوئی جزع فزع کا کلمہ منہ سے نہیں نکالوں گی۔ چنانچہ وہ گئیں اور بھائی کی نعش دیکھ کر اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ پڑھتی ہوئی خاموش ہو گئیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ قریش نے دوسرے صحابہ کی نعشوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن جحش کی نعش کو بھی بری طرح بگاڑا گیا تھا۔ جوں جوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نعش سے ہٹ کر دوسری نعش کی طرف جاتے تھے آپ کے چہرے پر غم و الم کے آثار زیادہ ہوتے جاتے تھے۔ غالباً اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی جا کر دیکھے کہ سعد بن الربیع رئیس انصار کا کیا حال ہے۔ آیا وہ زندہ ہیں یا شہید ہو گئے ہیں؟ کیونکہ میں نے لڑائی کے وقت دیکھا تھا کہ وہ دشمن کے نیزوں میں بری طرح گھرے ہوئے تھے۔ آپ کے فرمانے پر ایک انصاری صحابی ابی بن کعب گئے اور میدان میں ادھر ادھر سعد کو تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر انہوں نے اونچی اونچی آوازیں دینی شروع کیں اور سعد کا نام لے لے کر پکارا مگر پھر بھی کوئی سراغ نہ ملا۔ مایوس ہو کر وہ واپس جانے کو تھے کہ انہیں خیال آیا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر تو پکاروں شاید اس طرح پتہ چل جاوے۔ پہلے تو خالی نام لے کر پکارا پھر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کے اس

طرح پکاروں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں تلاش کرنے کے لیے مجھے بھیجا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ سعد بن ربیعؓ کہاں ہیں؟ مجھے رسول اللہؐ نے ان کی طرف بھیجا ہے۔ اس آواز نے سعدؓ کے نیم مردہ جسم میں ایک بجلی کی لہر دوڑادی۔ لاشوں کے بیچ میں نیم مردہ پڑے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا تو ایک دم جسم میں جنبش پیدا ہوئی اور انہوں نے چونک کر مگر نہایت دھیمی آواز میں جواب دیا۔ کون ہے؟ میں یہاں ہوں۔ ابی بن کعبؓ نے غور سے دیکھا تو تھوڑے فاصلہ پر مقتولین کے ایک ڈھیر میں سعدؓ کو پایا جو اس وقت نزع کی حالت میں جان توڑ رہے تھے۔ ابی بن کعبؓ نے ان سے کہا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے بھیجا ہے کہ تمہاری حالت سے آپ کو اطلاع دوں۔ سعد نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ خدا کے رسولوں کو ان کے تابعین کی قربانی اور اخلاص کی وجہ سے جو ثواب ملا کرتا ہے خدا آپ کو وہ ثواب سارے نبیوں سے بڑھ چڑھ کر عطا فرمائے اور آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے اور میرے بھائی مسلمانوں کو بھی میرا سلام پہنچانا اور میری قوم سے کہنا کہ اگر تم میں زندگی کا دم ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچ گئی تو خدا کے سامنے تمہارا کوئی عذر نہیں ہوگا۔ یہ کہہ کر سعدؓ نے جان دے دی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 500-501)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس واقعہ کا ذکر اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا

ہے کہ

”جنگ احد کا ایک واقعہ ہے۔ جنگ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی ابن کعبؓ کو فرمایا کہ جاؤ اور زخمیوں کو دیکھو۔ وہ دیکھتے ہوئے حضرت سعد بن ربیعؓ کے پاس پہنچے جو سخت زخمی تھے اور آخری سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے ان سے کہا کہ اپنے متعلقین اور اعزاء“ عزیزوں ”کو اگر کوئی پیغام دینا ہو تو مجھے دے دیں۔ حضرت سعدؓ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ میں منتظر ہی تھا کہ کوئی مسلمان ادھر آئے تو پیغام دوں۔ تم میرے ہاتھ میں ہاتھ دے کر وعدہ کرو کہ میرا پیغام ضرور پہنچا دو گے اور اس کے بعد انہوں نے جو پیغام دیا وہ یہ تھا کہ میرے بھائی مسلمانوں کو میرا سلام پہنچا دینا اور میری قوم اور میرے رشتہ داروں سے کہنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس خدا تعالیٰ کی ایک بہترین امانت ہیں اور ہم اپنی جانوں سے اس امانت کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ اب ہم جاتے ہیں۔“ ہم تو جا رہے ہیں۔

اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ ”اور اس امانت کی حفاظت تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس کی حفاظت میں کمزوری دکھاؤ۔“ حضرت مصلح موعودؑ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”دیکھو ایسے وقت میں جب انسان سمجھتا ہو کہ میں مر رہا ہوں کیا کیا خیالات اس کے دل میں آتے ہیں۔ وہ سوچتا ہے میری بیوی کا کیا حال ہوگا۔ میرے بچوں کو کون پوچھے گا۔ مگر اس صحابیؓ نے کوئی ایسا پیغام نہ دیا۔ صرف یہی کہا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے اس دنیا سے جاتے ہیں تم بھی اسی راستہ سے ہمارے پیچھے آ جاؤ۔“ سب سے بڑا کام یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ”ان لوگوں کے اندر یہی ایمان کی قوت تھی جس سے انہوں نے دنیا کو تہ و بالا کر دیا اور قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے تختے الٹ دیے۔ قیصر روم حیران تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ کسریٰ نے اپنے سپہ سالار کو لکھا کہ اگر تم ان عربوں کو بھی شکست نہیں دے سکتے تو پھر واپس آ جاؤ اور گھر میں چوڑیاں پہن کر بیٹھو۔“ اس نے اپنے جرنیل کو یہ کہا کہ ”یہ گوہیں کھانے والے لوگ ہیں ان کو بھی تم نہیں روک سکتے۔“ بالکل معمولی لوگ ہیں، کھانا بھی ان کو نہیں ملتا۔ گوہ کھاتے ہیں یہ لوگ۔“ اس نے جواب دیا یہ تو آدمی معلوم ہی نہیں ہوتے۔ یہ تو کوئی بلا ہیں۔ یہ تلواروں اور نیزوں کے اوپر سے کودتے ہوئے آتے ہیں۔“ (تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 338) ان میں ایسا جوش و جذبہ ہے۔ ان کو ہم کس طرح شکست دے سکتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت سعد بن ربیعؓ کی صاحبزادی ام سعد حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئیں تو انہوں نے اس کے لیے اپنا کپڑا بچھا دیا۔ حضرت عمرؓ آئے تو انہوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے اور تم سے بہتر تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوئی اور اس نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنا لیا جبکہ میں اور تم باقی رہ گئے۔

(الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۵ سعد بن الربیع، دار الفکر، بیروت ۲۰۰۱ء)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ربیعؓ کی بیوی اپنی دونوں بیٹیوں کے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں سعد بن ربیعؓ کی بیٹیاں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑتے ہوئے احد کے دن شہید ہو گئے تھے۔ اور ان کے چچانے ان دونوں کا مال لے لیا ہے یعنی حضرت سعدؓ کی جائیداد جو تھی ان کے چچانے لے لی

ہے۔ انہیں کچھ نہیں ملا اور ان کے لیے مال نہیں چھوڑا اور ان دونوں کا نکاح بھی نہیں ہو سکتا جب تک ان کے پاس مال نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا۔ اس پر میراث کے احکام پر مشتمل آیت نازل ہوئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے چچا کو بلوایا اور فرمایا کہ سعد کی بیٹیوں کو سعد کے مال کا تیسرا حصہ دو اور ان دونوں کی والدہ کو آٹھواں حصہ دو اور جو بچ جائے وہ تمہارا ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الفرائض، باب ما جاء فی میراث البنات، حدیث نمبر ۲۰۹۲)

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اس بارے میں کچھ تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرت خاتم النبیین میں اس طرح لکھی ہے کہ حضرت سعدؓ ایک متمول آدمی تھے۔ اچھے کھاتے پیتے تھے۔ اپنے قبیلہ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی کوئی زینہ اولاد نہ تھی۔ صرف دو لڑکیاں تھیں اور بیوی تھی۔ چونکہ ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ورثہ کے متعلق کوئی جدید احکام نازل نہیں ہوئے تھے اور صحابہ میں قدیم دستور عرب کے مطابق، عرب کا جو دستور تھا اس کے مطابق ورثہ تقسیم ہوتا تھا۔ متوفی یعنی فوت ہونے والے کی زینہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں اس کے جدی اقرباء جو تھے جائیداد پر قابض ہو جاتے تھے اور بیوہ اور لڑکیاں یوں ہی خالی ہاتھ رہ جاتی تھیں۔ اس لیے سعد بن ربیع کی شہادت پر ان کے بھائی نے سارے ترکے پر قبضہ کر لیا اور ان کی بیوہ اور لڑکیاں بالکل بے سہارا رہ گئیں۔ اس تکلیف سے پریشان ہو کر سعد کی بیوہ اپنی دونوں لڑکیوں کو ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ساری سرگزشت سنا کر اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت صحیحہ کو اس درد کے قصہ نے ایک ٹھیس لگائی مگر چونکہ ابھی تک اس معاملہ میں خدا کی طرف سے آپ پر کوئی احکام نازل نہیں ہوئے تھے آپ نے فرمایا تم انتظار کرو۔ پھر جو احکام خدا کی طرف سے نازل ہوں گے ان کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں توجہ فرمائی اور ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ آپ پر ورثہ کے معاملہ میں بعض وہ آیات نازل ہوئیں جو قرآن شریف کی سورۃ النساء میں بیان ہوئی ہیں۔ اس پر آپ نے سعد کے بھائی کو بلوایا اور اس سے فرمایا کہ سعد کے ترکہ میں سے دوثلث ان کی لڑکیوں اور ایک ثمن اپنی بھانجہ کے سپرد کر دو اور جو باقی بچے وہ خود لے لو۔ اس وقت سے تقسیم ورثہ کے متعلق جدید احکام کی ابتدا قائم ہو گئی جس کی رو سے بیوی اپنے صاحب اولاد خاوند کے ترکہ میں آٹھویں حصہ

کی اور بے اولاد خاوند کے ترکہ میں چہارم حصہ کی اور لڑکیاں اپنے باپ کے ترکہ میں اپنے بھائی کے حصہ کی نسبت نصف حصہ کی اور اگر بھائی نہ ہو تو سارے ترکہ میں سے حالات کے اختلاف کے ساتھ دوثلث یا نصف کی (تین چوتھائی یا نصف کی، دو تہائی یا نصف کی) اور ماں اپنے صاحب اولاد لڑکے کے ترکہ میں چھٹے حصہ کی اور بے اولاد لڑکے کے ترکہ میں تیسرے حصہ کی حق دار قرار دی گئی اور اسی طرح دوسرے ورثاء کے حصے مقرر ہو گئے۔ اور عورت کا وہ فطری حق جو اس سے چھینا جا چکا تھا اسے واپس مل گیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے آگے ایک نوٹ لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس موقع پر یہ نوٹ بھی غیر ضروری نہیں ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے طبقہ نسواں کے تمام جائز اور واجبی حقوق کی پوری پوری حفاظت فرمائی ہے بلکہ حق یہ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یا آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جس نے عورت کے حقوق کی ایسی حفاظت کی ہو جیسی آپ نے کی ہے۔ چنانچہ ورثہ میں، بیاہ شادی میں، خاوند بیوی کے تعلقات میں، طلاق و خلع میں، اپنی ذاتی جائیداد پیدا کرنے کے حق میں، اپنی ذاتی جائیداد کے استعمال کرنے کے حق میں، تعلیم کے حقوق میں، بچوں کی ولایت و تربیت کے حقوق میں، قومی اور ملکی معاملات میں حصہ لینے کے حق میں، شخصی آزادی کے معاملہ میں، دینی حقوق اور ذمہ داریوں میں الغرض دین و دنیا کے ہر اس میدان میں جس میں عورت قدم رکھ سکتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تمام واجبی حقوق کو تسلیم کیا ہے اور اس کے حقوق کی حفاظت کو اپنی امت کے لیے ایک مقدس امانت اور فرض کے طور پر قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کی عورت آپ کی بعثت کو اپنے لیے ایک نجات کا پیغام سمجھتی تھی۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ مجھے اپنے رستہ سے ہٹنا پڑتا ہے یعنی مضمون جو بیان ہو رہا ہے اس سے پرے ہٹ رہا ہوں۔ اگر میں اس کی مزید تفصیلات بیان کرتا تو ہٹنا پڑتا ورنہ میں بتاتا (کیونکہ یہ عورتوں کے حقوق کا مضمون نہیں بیان ہو رہا اس لیے بیان نہیں کر سکتا) کہ عورت کے معاملہ میں آپ کی تعلیم حقیقتاً اس اعلیٰ مقام پر قائم ہے جس تک دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی تمدن نہیں پہنچا اور یقیناً آپ کا یہ پیارا قول ایک گہری صداقت پر مبنی ہے کہ

حُبِّ اِلٰی مِنْ دُنْيَاكُمْ النِّسَاءُ وَالطَّيِّبُ وَجُعِلَتْ قُرْآنَةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ

یعنی دنیا کی چیزوں میں سے میری فطرت کو جن چیزوں کی محبت کا خمیر دیا گیا ہے وہ عورت اور خوشبو ہیں مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز یعنی عبادت الہی میں رکھی گئی ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 507 تا 509)

آج کی دنیا عورت کے حقوق کی بات کرتی ہے اور چند سطحی باتوں کو اٹھا کر جن کا آزادی سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اسلام نے جو پابندیاں لگائی ہیں وہ بھی عورت کی عزت قائم کرنے اور گھروں کے سکون اور اگلی نسل کی تربیت کے لیے رکھی ہیں ان پر اسلام پر اعتراض کرنے والے اعتراض کرتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عورت کی آزادی اور حقوق دلوانے کی حقیقی تعلیم اسلام کی ہی ہے۔ اللہ کرے کہ دنیا اس حقیقت کو سمجھ کر غلاظتوں اور فسادوں سے بچ سکے اور ہماری عورتیں بھی اس حقیقت کو سمجھیں۔ بعض دفعہ دنیا کے پیچھے چل پڑتی ہیں کہ دنیا کی آزادی یہ ہے۔ وہ اس حقیقت کو سمجھیں اور جو مقام اسلام نے عورت کو دیا ہے اس کو سمجھیں کیونکہ وہ نہ کسی مذہب نے دیا ہے اور نہ ہی نام نہاد روشن خیال حقوق نسواں کے اداروں نے دیا ہے یا تحریک نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مردوں کو بھی عورتوں کے حقوق ادا کرنے کی اسلامی تعلیم کے مطابق توفیق عطا فرمائے تاکہ یہ معاشرہ پُر امن معاشرہ ہو۔

اس کے بعد میں مختصراً موجودہ حالات کے لیے بھی دعا کے لیے کہنا چاہتا ہوں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جہاں کو رونا کی وبا سے اور آفات سے دنیا کو پاک کرے وہاں انسانوں کو یہ عقل اور سمجھ بھی دے کہ ان کی بقا اور بچت ایک خدا کی طرف جھکنے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے میں ہے۔ اپنی قربانی دیتے ہوئے دنیا سے فتنہ و فساد ختم کرنے میں ہے۔ حکومتوں کو اللہ تعالیٰ عقل دے کہ انصاف پر مبنی نظام چلائیں۔ امریکہ میں بھی آج کل جو بے چینی اور بد امنی پھیلی ہوئی ہے اس سے ہر احمدی کو خصوصاً اس کے بد اثرات سے محفوظ رکھے۔ وہاں عوام کو بھی صحیح رنگ میں اپنے مطالبے پیش کرنے اور حقوق لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر افریقن امریکن توڑ پھوڑ کے ذریعہ سے اپنے گھروں کو جلائیں گے تو اس کا نقصان ان کو ہی ہوگا کیونکہ اس پر تو کئی افریقن لیڈروں نے بھی کہا ہے کہ اپنے گھروں کو تو نہ جلاؤ۔ اپنے گھروں کی توڑ پھوڑ تو نہ کرو۔ ہاں اپنے حق لو اور جائز طریقے سے لو۔ جہاں تک حکومت اجازت دیتی ہے پروٹسٹ (protest) بھی ہوں لیکن اپنی جائیدادوں کو تباہ کرنے کا تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ الٹا نقصان ہوگا۔ اس لیے اس بارے میں بھی پروٹسٹ کرنے والوں کو سوچنا چاہیے۔ بہر حال یہ جو سارے فسادات ہو رہے ہیں اس کے تناظر

میں حکومتی نظام کو بھی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ طاقت استعمال کر کے ہی مسائل حل نہیں ہوتے اور نہ ہی طاقت تمام مسائل کا حل ہے بلکہ انصاف سے تمام شہریوں کے حقوق ادا کرتے ہوئے حکومتیں چلا کرتی ہیں اور ملک میں امن اور استحکام قائم ہو سکتا ہے، اس کے بغیر نہیں۔ جتنی مرضی کوئی طاقتور حکومت ہو اگر عوام میں بے چینی ہے تو کوئی حکومت اس کے سامنے ٹک نہیں سکتی۔ بہر حال اللہ کرے کہ دنیا میں جہاں جہاں بھی فساد ہیں ہر جگہ فساد دور ہوں اور حکومتیں عوام کے حق ادا کرنے والی ہوں اور عوام اپنے حقوق کے لیے جائز حد تک حکومتوں پر دباؤ ڈالنے والے ہوں۔

اسی طرح پاکستانی حکومت کو بھی سوچنا چاہیے کہ صرف ملاں کے خوف سے آج کل احمدیوں پر جو ظلم اور سختیاں بڑھ رہی ہیں وہ نہ کریں بلکہ انصاف سے حکومت چلائیں۔ اپنی تاریخ سے سبق لے لیں۔ احمدیت کے معاملے کو لے کر یا اس ایشو (issue) کو لے کر اور ظلم کر کے نہ پہلی حکومتوں کی حکومت قائم رہ سکی ہے نہ آئندہ کسی کی رہ سکے گی۔ اس لیے اس خیال کو چھوڑ دیں کہ اس ایشو سے حکومتوں کو لمبا کر سکتے ہیں۔ ہاں ان ظلموں کے نتیجے میں دنیا میں احمدیت کی ترقی پہلے سے بڑھ کر ہوئی ہے اور آئندہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ہوتی رہے گی۔ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے اور اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ بہر حال ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ظلم اور فساد اور بد امنی کو دور فرمائے اور جو وبا آج کل پھیلی ہوئی ہے، بیماری پھیلی ہوئی ہے اس میں سے انسان سبق حاصل کر کے اپنی حالتوں میں تبدیلیاں پیدا کرے اور ہم احمدیوں کو پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی عبادت کا حق اور اس کے بندوں کا حق ادا کرنے کی توفیق ملے تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے والے بن سکیں اور ترقیات کو جلد سے جلد اپنے سامنے ہوتا ہوا دیکھ سکیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 26 جون 2020ء، صفحہ 5 تا 9)